رسول کریم ﷺ سے حدیث لینے کیلئے مت بیٹھو

اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ کی جانب سے اپنے گھر دعوت طعام پر مدعو کئے گئے معزز مہمانوں سے ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟

''اے مدعیان ایمان!

لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ

غَيْرَ نَـٰظِرِينَ إِنَىٰهُ

آپ لوگوں کو چاہیے کہ جناب نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوں سوائے اُس وقت جب آپ کو دعوت طعام دی جائے،

ان لوگوں سے الگ روش رکھتے ہوئے جو وقت سے پہلے پہنچ کر کھانا پکنے کے انتظار میں ہوتے ہیں،

وَلَـٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُوا۟

بلکہ اس معین وقت پر تشریف لائیں جب آپ کو بلایا گیا ہے، تو اس وقت داخل ہوں۔

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُوا۟

وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ

پھر جب آپ لوگوں نے طعام نوش کر لیا ہے تو منتشر ہو جائیں/اپنے گھروں کی راہ لیں۔

اور ان لوگوں کی طرح وہاں بیٹھے نہ رہیں جو حدیث/کہانی سننے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

''نَـٰظِرِينَ'' اسم فاعل جمع مذکر مجرور نکرہ، انتظار کرنے والے، اور ان کے ''غَيْرَ'' وہ لوگ ہوتے ہیں جو وقت سے پہلے آ کر انتظار کرنے والے نہیں ہوتے، وقت پر آنے والے شخص کو انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ إِنَىٰهُ کا مادہ ''ء ن ی'' ہے اور معنی کسی بات کا وقت ہو جانا، تکمیل کو پہنچ جانا۔ آقائے نامدار ﷺ کے گھر پر دعوت طعام کیلئے بلائے جانے والے اہل ایمان کو منع کیا گیا کہ وقت طعام سے قبل نہ آئیں کہ کھانا پکنے کے انتظار میں کچھ وقت وہاں گزار لیں بلکہ اُس مقررہ وقت پر داخل ہوں جس وقت آنے کی انہیں دعوت دی گئی ہے۔

''اِنتَشِرُوا۟'' امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ''تم مدعوین الگ الگ ہو جاؤ، منتشر ہو جاؤ، اپنے اپنے گھروں، کاموں پر چلے جاؤ''۔ اہل ایمان سے کہا کہ آقائے نامدار ﷺ کے گھروں میں دی گئی دعوت پر طعام نوش کرنے کے بعد اُن کے گھر سے چلے جائیں۔ طعام نوش کر لینے کے بعد مہمان میزبان کے گھر پر کیوں ٹھہرے رہتے ہیں؟

جن لوگوں کو میزبان سے کوئی بات، حدیث پوچھنے کی خواہش ہوتی ہے وہ طعام نوش کر لینے کے بعد وہیں رکے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کرنے والوں اور دعوت پر بلائے گئے معزز مہمانوں کو آپ ﷺ کے گھر سے منتشر ہونے کی نصیحت کیوں دی؟

وَلَا مُسْتَـٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ''اور کسی حدیث کیلئے وہاں بیٹھے نہ رہو''۔

''مُسْتَـٔنِسِينَ'' اسم فاعل جمع مذکر منصوب، دلچسپی کے ساتھ بیٹھ رہنے والے۔ کس مقصد کیلئے لوگ دلچسپی سے بیٹھ رہنے والے بنتے تھے؟

''لِحَدِيثٍ''۔ عربی حرف ''لِ'' یہ معنی پیدا کرتا ہے ''فائدہ حاصل کرنے کیلئے، سبب ظاہر کرنے کیلئے؛ تاکہ''۔

''حَدِيثٍ'' واحد ہے جمع احادیث۔ آقائے نامدار ﷺ کی جانب سے دعوت طعام پر بلائے گئے اہل ایمان مہمانوں سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ طعام نوش کرنے کے بعد آقائے نامدار ﷺ سے کسی حدیث کو لینے کی خاطر وہاں بیٹھے نہ رہیں بلکہ فوراً منتشر ہو جائیں۔

آقائے نامدار ﷺ کے گھروں پر دعوت طعام کیلئے بلائے جانے والے اہل ایمان میں سے مہمان کون لوگ تھے؟ یہ وہ لوگ تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فیصلہ سنا دیا ہوا ہے کہ اُن کے بعد اُن جیسا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ بات اپنی عقیدت کے زیر اثر نہیں کہی اگرچہ آقائے نامدار ﷺ کے جان نثاروں کے پاؤں کی دھول بننا میرے لئے باعث صد افتخار ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا يَسْتَوِى مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ ٱلْفَتْحِ وَقَـٰتَلَ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً
مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُوا۟ مِنۢ بَعْدُ وَقَـٰتَلُوا۟ ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ

''تم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی اُن کے برابر، اُن جیسا نہیں ہو سکتا جس نے فتح سے پہلے مال خرچ کیا اور جنگ کی۔

اُن کا درجہ و مقام ان سے بہت بڑا ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی۔ اور اللہ نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے'' (حوالہ الحدید۔۱۰)

''مِنكُم''۔ ''مِن'' حرف جر۔ ''كُم'' ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور معنی ''تم لوگوں میں سے''۔

''مِنكُم'' میں روز قیامت تک ہر وہ انسان شامل ہے جس تک قرآنِ مجید پہنچا۔ فیصلہ کرنا ہمارا اپنا کام ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد اِن صحابہ کرام جیسا دنیا کا کوئی انسان نہیں ہو سکتا تو ان سے بڑھ کر کسی درجے اور مقام پر اسے فائز کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ عقل جس کا بنیادی کام فرق کا تعین کرنا ہے اگر استعمال کی جائے اور تفکر کیا جائے تو تخیل سے بنائے گئے بڑے بڑے ''برج'' یکلخت زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی موجودگی میں آقائے نامدار ﷺ کے جان نثاروں کے درجے اور مقام تک کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا تو پھر قرآنِ مجید کو تسلیم کرنے کا اگر کوئی شخص دعویٰ کرے اور دوسرے سانس میں براہ راست یا لفظوں کے ہیر پھیر سے نبوت کا دعویٰ بھی کرے تو اس شخص کو کیا ہم کاذب کے علاوہ کچھ اور مان سکتے ہیں؟

آقائے نامدار ﷺ کے گھر پر بلائے گئے مہمانوں سے کہا گیا، جن میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان، سیدنا علی ابن ابی طالب جیسی ایسی عظیم ہستیاں بھی شامل ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اپنا اعلان ہے ''ان سے اللہ راضی ہوا اور اللہ سے وہ راضی ہوئے'' (حوالہ التوبہ۔۱۰۰) کہ وہ طعام نوش کرنے کے بعد آقائے نامدار ﷺ کے گھر پر حدیث کی خاطر بیٹھے نہ رہیں بلکہ منتشر ہو جائیں۔

آقائے نامدار ﷺ سے براہ راست حدیث لینے کی خاطران کے گھر رکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ وجہ؟

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي ٱلنَّبِيَّ

اس روش رغیر قرءان حدیث لینے کی خواہش کے متعلق تم لوگ جان لوکہ یہ نبی (ﷺ) کے لئے باعث کوفت تھی۔

صحابہ کرام، جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں، سے یہ خطاب مدینہ منورہ میں ہوا جو اس سے ﷺ اضح ہے کہ اس میں ذکر آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ کے بیوت کا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام کسی غیر قرءان حدیث کا مطالبہ کرتے تھے بلکہ مقصود اس روش کی سنگینی کے متعلق انہیں خبردار کرنا تھا۔ یہ بات اس خبر سے واضح ہے جس میں حتمی انداز میں ماضی میں لوگوں کی روش کے متعلق بتایا ہے یہ جناب نبی ﷺ کے باعث کوفت، ناگواری ہوتی تھی۔

علم کی دنیا میں کتاب کو اعلیٰ قرار دینے کا ایک معیار یہ ہے کہ اپنے متعارف ہونے کے زمانے کے نقوش ہمیں دکھائے۔ قرءانِ مجید کی یہ ایک منفرد صفت ہے۔ اِس کی عظمت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ اپنے متعارف ہونے کے طویل عرصے کی تاریخ کو اِس قدر تصویری انداز میں بیان فرماتا ہے کہ اُس دور کا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہمیں جیتا جاگتا دکھائی دینے لگتا ہے، اِس قدر روشن اور واضح کہ ہم اپنے آپ کو اُس دور اور شہر کا زندہ باسی تصور کرسکیں۔

مکہ مکرمہ میں منکرین اہل ثروت عمائدین کی روش یہ تھی:

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا۟ لَوْلَا ٱجْتَبَيْتَهَا ۚ

یہ حقیقت ہے کہ اگر کبھی آپ (ﷺ) نے قرآنِ مجید کی آیت کو ابھی اُنہیں نہیں بتایا ہے تو انہوں نے کہا:

”آپ نے خود ہی اُس کو کیوں تالیف نہیں کرلیا؟“

ٱجْتَبَيْتَهَا ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر اور ”ھا“ ضمیر واحد مؤنث غائب اور معنیٰ ”تو نے اس کو چھانٹ لیا، پسند کرلیا، انتخاب کرلیا“ اس کا مادہ ”ج ب و(ی)“ ہے جس کے اصل معنیٰ جمع کرنے یا جمع ہوجانے کے ہیں (تاج، محیط راغب) تالیف کرنا۔

اِدھر اُدھر کی باتوں میں سے انتخاب کرکے، اور انہیں یکجا کرکے آیت یعنی بات رحدیث بنانے کیلئے جس صلاحیت نے معاونت کرنی اور بنیادی ذریعہ اور وسیلہ بننا ہے وہ یادداشت (Memory) میں محفوظ علم، روایتیں، واقعات، باتیں، حدیثیں ہیں۔ آپ ﷺ کا اُن لوگوں کو جواب کیا ہے؟

قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّى ۚ

آپ (ﷺ) کہیں ”میں تو صرف اُس کی اتباع کرتا، عمل پیرا ہوتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے

هَٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

یہ قرآن تم لوگوں کے رب کی طرف سے بصیرت افروز پیغام ہے اور ماننے والے لوگوں کیلئے ہادی اور رحمت ہے“ (الاعراف۔۲۰۳)

زمان کے ہر دور میں انسان نازل کردہ کتاب سے فرار کا طالب رہا ہے۔ زمان میں لوگ تو نت نئ روایتیں اور حدیثیں بناتے ہی رہتے ہیں اور اُن کی کتاب سے بچنے کی خواہش اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سے یہ مطالبہ کرنے سے بھی نہیں شرماتے:

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٍ ۙ

حقیقت جان لو جب انہیں ہماری نازل کردہ واضح آیتیں سنائی جاتی ہیں

قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ

تو اُن لوگوں نے کہا جو ہمیں ملنے کی توقع نہیں رکھتے:

”آپ (ﷺ) اِس قرءان کے علاوہ کوئی قرآن تحریر کردہ کتاب لے آئیں، یا آپ اِس قرءان کو بدل دیں“۔

کیا ہمارے آقا، آقائے نامدار ﷺ نے اُن لوگوں کو قرءان کے علاوہ باتیں بتانے کی خواہش کو شرف قبولیت بخشا تھا؟ یقیناً نہیں:

قُلْ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ (حوالہ یونس۔۱۵)

آپ ﷺ جواب میں فرمائیں ”مجھے زیبا نہیں کہ میں اپنی بصیرت وادراک (perception) سے اُسے بدل دوں“

انسان اپنی یاداشتوں میں نقش معلومات، تجربات، حدیثوں اور روایتوں کی پیروی اور اتباع میں عمل کرتا ہے، جن تمام کے صحیح اور حقیقت ہونے کا دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا۔ رب العالمین کی قسم ہے کہ قرآنِ مجید کے نزول سے قبل بھی میرے آقا ﷺ کے قلب مبارک اور ذہن میں نقش مبارک زندگی کا ہر لمحہ صحیح، حقیقت، صادق اور امین ہے کہ ان کی عمر کی قسم اللہ رب العزت دیتا ہے لَعَمْرُكَ ”آپ کی عمر کی قسم“ (حوالہ الحجر۔۷۲)۔ لیکن وہ اپنی یاداشت میں محفوظ ہر بات کو پس پشت ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ

''میں تو تن دہی سے اُس کی پیروی میں عمل پیرا ہوتا ہوں جو میری طرف کتاب میں وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۵)

رسولِ کریم ﷺ سے لوگوں نے بظاہر باتیں تین کہی تھیں لیکن آپ ﷺ سے جواب ایک بات کا دلایا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا تھا کہ آپ ﷺ کسی بات کا خود ہی انتخاب کر لیں، اِس قرءانِ مجید کے علاوہ کسی غیر قرآن کو لے آئیں یا اِس کو بدل دیں۔ تینوں باتوں کا مقصد اور نتیجہ ایک ہی ہے۔ لوگوں کو قرءانِ مجید میں بیان کردہ کے علاوہ باتوں / حدیثوں میں دلچسپی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ کا دوٹوک جواب یہ ہے ''مجھے روا نہیں کہ میں **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** سے اس قرآنِ مجید کو بدل دوں''۔

اِدھر اُدھر کی باتوں میں سے انتخاب کرنے، اور دنیا کی کسی بھی کتاب کی باتوں کو بدلنے کیلئے انسان کو **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے، چاہے یہ تبدل اُس کتاب کی اپنی زبان میں کیا جائے یا اُس کتاب کی باتوں کا دوسری زبانوں میں ترجمہ و مفہوم بیان کرتے ہوئے۔

ہر انسان کی **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** اُس کے ذہن پر نقش وہ یادیں، روایتیں، حدیثیں، باتیں، معلومات ہیں جو زندگی کے اُس مقام تک اُس کی سماعتوں اور بصارتوں میں آئی تھیں اور جو اُس کیلئے علم، ذھانت، دانائی، فہم، تجربہ، بصیرت کا باعث بنی تھیں۔ کسی بھی شخص کی **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** ادراک و بصیرت کیسے بنتی ہے؟ **تِلْقَآيِٕ** میں تِلْقَاءَ کا مادہ 'ل ق ی' اور ''ی'' ضمیر مجرور متصل ہے واحد متکلم کیلئے آتی ہے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا لِقَاءَ ہے۔ ملاقات، کسی بات کا بصر یا بصیرت سے ادراک کر لینا (Perception) (جناب راغب)۔ نَفْسِيٓ کا مادہ ''ن ف س'' ہے اور انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ نیز وہ توانائی جس سے تمیز کی صلاحیت، شعور اور احساس کی قوت، پیدا ہوتی ہے۔ علم اور قلب کے معنوں میں بھی آتا ہے (تاج و ابن فارس)۔

ہر ذی حیات انسان کا ایک ظاہر ''بشر'' ہے اور ایک اس کا باطن۔ اس کا باطن **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** ''میری بصیرت و ادراک، علم'' ہے جسے اپنے ذہن سے نکال کر سینے میں ''ملاقات'' کرتا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے اسے قولاً یا تحریراً بیان کرتا ہے۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی بھی قرءانِ مجید کو لوگوں کو سنانے سے قبل **تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓ** ''میرا ادراک، میری

بصیرت''، تھی، لیکن آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اِس صلاحیت کو استعمال کر کے وہ کسی بات (عربی میں حدیث) کو منتخب کر کے لوگوں کو نہیں بتاتے اور قرءانِ مجید کی کسی بات میں تبدل نہیں فرماتے بلکہ: ''میں تو تن دہی سے اُس کی پیروی میں عمل پیرا ہوتا ہوں جو میری طرف کتاب میں وحی کیا جاتا ہے''

آقائے نامدار ﷺ کے ان فرمانوں سے اظہر من الشّمس ہے کہ قرآنِ مجید میں بتائی گئی باتوں کے علاوہ انہوں نے لوگوں سے کسی حدیث/اطلاع کو بیان نہیں فرمایا لیکن منکرین کی خواہش تھی اور آقائے نامدار ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ﷺ قرآنِ مجید کے علاوہ اپنی جانب سے کچھ باتیں، حدیثیں لوگوں کو سنائیں اور بتائیں۔اُن کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ ادھر اُدھر کی باتوں سے انتخاب کر کے کوئی آیت تالیف کرلیں اور قرآنِ مجید کی باتوں کو دوسری باتوں سے بدل دیں۔اُن لوگوں کے ارادوں کے متعلق آقائے نامدار ﷺ کو یوں مطلع اور واضح فرمایا:

وَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهُۥ لَهَمَّت طَّآئِفَةٞ مِّنۡهُمۡ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمۡۖ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيۡءٖۚ وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُن تَعۡلَمُۚ وَكَانَ فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكَ عَظِيمٗا ﴿١١٣﴾ (النساء۔۱۱۳)

اے نبی (ﷺ)! اگر اللہ کا فضل آپ پر نہ ہوتا اور اُس کی رحمت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے تو ایک گروہ نے اپنے تئیں ارادہ کر لیا تھا کہ ایسا امکان پیدا ہو سکے جس کے ذریعے آپ کو آپ کے مقصد سے غافل کیا جا سکے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ سوائے اپنے آپ کے وہ کسی کو غفلت کا شکار نہیں بنا رہے تھے۔اور آپ کا کوئی نقصان نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا ہے اور آپ کو وہ علم پڑھایا ہے جو پہلے آپ کو معلوم نہ تھا۔اور ان کا آپ (ﷺ) پر عظیم فضل ہے''

وَإِن كَادُواْ لَيَفۡتِنُونَكَ عَنِ ٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِيَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهُۥۖ وَإِذٗا لَّٱتَّخَذُوكَ خَلِيلٗا ﴿٧٣﴾

اور (اے رسولِ کریم ﷺ!) ان کا ارادہ تھا کہ آپ کو اُس کے متعلق آزمایا جائے جو ہم نے آپ (ﷺ) کو وحی کیا ہے یہ چاہتے ہوئے کہ شاید آپ کچھ اختراع کرلیں جو نازل کردہ سے غیر (علاوہ) ہو۔

اگر آپ (ﷺ) نے اُن کی خواہش مانتے ہوئے ایسا کر دیا ہوتا تو انہوں نے آپ کو دوست بنا لیا ہوتا۔'' (الاسراء۔۷۳)

كَادُواْ۔جمع مذکر غائب۔قریب تھے، جو کسی شئے کے قریب ہوتا ہے وہ اس کا ارادہ کہلاتا ہے۔''هَمَّت'' کے معنی بھی ارادہ کر لینا ہیں۔

وَلَوۡلَآ أَن ثَبَّتۡنَـٰكَ لَقَدۡ كِدتَّ تَرۡكَنُ إِلَيۡهِمۡ شَيۡـًٔا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾

اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو یہ ارادہ کرنے والوں کا خیال/نقطہ نظر تھا شاید کہ

ان کی طرف معمولی جھکاؤ کی کوئی تدبیر کرتے'' (الاسراء۔۷۴)

فَلَا تُطِعِ ٱلۡمُكَذِّبِينَ ﴿٨﴾ وَدُّواْ لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُونَ ﴿٩﴾

اس لئے آپ (ﷺ) جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرم پڑ جائیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' (القلم۔۸۔۹)

آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے مطالبے کے باوجود انہیں کوئی ایک بات بھی ایسی بتانے اور سنانے سے معذوری کا اظہار فرمایا جو نازل کردہ قرآنِ مجید کے غیر یعنی اُس سے علاوہ ہو۔ اُن لوگوں کے نزدیک یہ ایک معمولی سی بات تھی لیکن رسول کریم ﷺ نے انہیں خوش (oblige) نہیں کیا اگرچہ ایسا کرنے سے وہ لوگ بھی آپ ﷺ کو اپنا دوست سمجھنے لگتے۔ اُن لوگوں کو ایک کریڈٹ ضرور جاتا ہے کہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ سے غیر قرءان باتیں منسوب کر کے لوگوں میں نہیں پھیلایا۔

آقائے نامدار ﷺ کے دوٹوک فرمان کے بعد اُن سے ذاتی طور پر منتخب کی گئی باتوں پر مبنی آیتیں تالیف کرانے اور قرءانِ مجید کو اُن کے اپنے ادراک وبصیرت کی باتوں سے بدلوانے کے شائقین کے موہوم ارادوں اور خواہشات پر اوس پڑ گئی۔ اُن کی امیدیں بجھ گئیں۔ آپ ﷺ کے قرآنِ مجید کے علاوہ انہیں کوئی بات سنانے، بتانے اور تحریر میں دینے سے انکار پر ثابت قدم رہنے سے آپ ﷺ کے طریقہ کار، دین سے وہ لوگ مایوس ہوگئے۔ کتاب، قرآنِ مجید کی بات کو سننے کیلئے وہ لوگ تیار نہیں تھے اور اُس کی کسی بات کو رد کرنے کیلئے اُن کے پاس دلیل نہیں تھی۔ اِس لئے قرآنِ مجید سے اجتناب کرنے کا اِس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ اُسے سنانے والے ہی سے اِس خواہش کا اظہار کر دیا جائے کہ اپنی صوابدید سے قرآنِ مجید کے علاوہ اپنے علم وبصیرت سے وہ کچھ باتیں/حدیثیں بنائیں اور انہیں سنائیں۔

مفاد کے بھنور میں پھنسے لوگوں کی عجیب نفسیات ہے کہ اپنی ہی کہی ہوئی باتوں کو بھول کر ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے پر اتر آتے ہیں جن کی فہم وبصیرت اور ادراک پر اِس انتہا کے اعتماد کا اظہار کرتے تھے کہ آیتیں تصنیف کرنے اور قرآنِ مجید کو اپنی باتوں سے بدلنے کی خواہش کا اظہار کرتے اب اپنے لوگوں کے سامنے ایک نئی فرمائش کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں:

بَلْ قَالُوٓا۟ أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍۭ بَلِ ٱفْتَرَىٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِـَٔايَةٍ كَمَآ أُرْسِلَ ٱلْأَوَّلُونَ ۝٥

نہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں ''یہ پراگندہ خواب ہیں، نہیں یہ پراگندہ خواب نہیں، درحقیقت اس نے اسے گھڑلیا ہے، نہیں، اس نے گھڑ نہیں لیا بلکہ وہ ایک شاعر ہے۔ ورنہ وہ بھی اس طرح کوئی نشانی لائے جیسے پہلے رسول بھیجے گئے تھے'' (الانبیاء۔۵)

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ ٱلْمَنُونِ ۝٣٠

کیا وہ کہتے ہیں ''یہ ایک شاعر ہے جس کیلئے ہم زمانے کے حوادث، بے یقینی کا انتظار کررہے ہیں'' (الطور۔۳۰)

آقائے نامدار ﷺ کے دوٹوک فرمان کے بعد کہ تِلْقَآيِٕ نَفْسِىٓ سے باتیں کہتے ہیں اور نہ اس کے زیر اثر اپنے اعمال کو سر انجام دیتے ہیں بلکہ اپنے پر نازل کردہ قرءانِ مجید کی اتباع کرتے ہیں، اہل ثروت اکابرین اُن سے مایوس ہو کر قرءانِ مجید کے متعلق لوگوں کو تذبذب کا شکار کرنے کیلئے خیال آرائی کرتے ہیں کہ شاید یہ پراگندہ خواب ہیں۔ لیکن یہ جانتے ہوئے کہ حکمت بھری باتوں کو پراگندہ خواب تسلیم کرانا ممکن نہیں تو خود ہی اُس خیال کی نفی کرتے ہوئے لوگوں سے کہتے کہ اُس نے خود ہی گھڑلیا ہے۔ جھوٹے لوگوں کی نفسیات کو سمجھ لیں۔ یہ بات کہنے والے وہ لوگ ہیں جو آقائے نامدار ﷺ سے کہتے تھے کہ قرءانِ مجید کی بجائے آپ خود ہی ادھر اُدھر کی باتیں جمع کر کے ہمیں بتائیں یعنی باتیں گھڑ لیں۔ مکہ اور طائف کے اہل ثروت کو یہ احساس بھی تھا کہ جن عام لوگوں کے سامنے یہ خیال آرائی کررہے ہیں انہیں بھی آقائے نامدار ﷺ کے اخلاق وکردار، رویئے اور روش کے متعلق کچھ نہ کچھ علم ہوسکتا ہے کہ وہ باتیں گھڑنے والے نہیں ہیں اس لئے اپنے اِس خیال کی بھی خود ہی نفی کرتے ہوئے اُنہیں لوگوں کے سامنے ایک شاعر قرار دے دیا۔ اس طرح لوگوں کو تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ آقائے نامدار ﷺ جو کچھ لوگوں کو بتارہے ہیں اگر انہیں من گھڑت نہ بھی سمجھا جائے تو زیادہ سے زیادہ اسے شاعرانہ خیال آرائی کہا جاسکتا ہے۔ عرب کے ان اہلِ ثروت کی باتوں سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک بھی شاعروں کی باتیں سچائی اور حقیقت سے عاری محض تخیل کی پرواز پر مبنی ہوتی تھیں اور یہ کہ شاعر اتنے معزز و مکرم نہیں ہوتے کہ ان کی باتوں کو قابل بھروسہ سمجھا جائے اس لئے لوگوں سے کہتے کہ اگر وہ شاعر نہیں ہیں تو وہ بھی کوئی نشانی (معجزہ) لائیں جیسے نشانیوں کے ساتھ پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

اس نکتے کو انتہائی احتیاط سے نوٹ کریں کہ آقائے نامدار ﷺ اور قرآنِ مجید کو تسلیم نہ کرنے والوں نے آپ ﷺ سے لاکھوں حدیثیں تو کیا کوئی ایک حدیث بھی ایسی منسوب نہیں کی جو غیر قرءان ہو۔ اِن منکرین نے جو کچھ بھی کہا قرآنِ مجید ہی کے حوالے سے کہا اور قرآنِ مجید کو آپ ﷺ کی تالیف قرار دیا لیکن یہ کبھی نہیں کہا کہ رسول کریم ﷺ نے قرءانِ مجید کے علاوہ دوسری حدیثیں بھی کہی ہیں جنہیں معاذ اللہ انہوں نے جھوٹ قرار دیا ہو۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ

"اے رسولِ کریم (ﷺ)! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُن سے آپ کو رنج ہوتا ہے۔

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝

لیکن آپ اِس پر تو غور فرمائیں کہ حقیقت میں یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ دراصل یہ ظالم دانستہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا جانتے بوجھتے ہوئے انکار کرتے ہیں" (الانعام۔۳۳)۔

منکرین اہل ثروت، عمائدین مکہ کی اس روش کے متعلق مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو خبردار فرمایا گیا کہ غیر قرءان حدیث کے لئے نہ بیٹھیں کہ یہ بات ان کے لئے باعث کوفت، اذیت ہے۔ اور بعد میں یہ فرما کر انتہائی انداز میں واضح فرما دیا کہ صحابہ کرام کی کبھی ایسی روش نہیں تھی جو آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ کے لئے کوفت اور ناگواری کا باعث بنے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ ٱللَّهِ

اور اللہ تعالیٰ کے رسول کریم کو کوفت، ناگواری پہنچانے کا تصور آپ لوگوں کے لئے زیبا ہی نہ تھا۔ (حوالہ الاحزاب۔۵۳)

یہاں کچھ دیر رک کر ہمیں غور وفکر کر لینا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولِ کریم کو کوفت دینے والوں کو تو ایسی حیات نہیں ملے گی جس کی خواہش کبھی ماند نہ پڑے۔ بلکہ فیصلہ یہ ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝٥٧

یہ حقیقت ہے ان لوگوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم کے بارے میں ناگوار باتیں منسوب کرتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا اور آخرت میں دھتکارا، ملعون قرار دے دیا ہے۔
اور انہوں نے اِن لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب۔۵۷)

اور آقائے نامدار ﷺ نے اپنے زمان اور بعد کے زمان کے لوگوں کیلئے کھلم کھلے الفاظ میں واضح کر دیا کہ راہ پر وہی ہوگا جو کوئی قرآنِ مجید کے مطابق چلے گا اور جو اس سے بھٹک گیا تو اس کیلئے ذمہ دار بھی خود ہوگا کیونکہ آپ ﷺ لوگوں پر محافظ، نگہبان اور وکیل یعنی ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ ﷺ پر ایک ہی بوجھ تھا، ایک ذمہ داری تھی، قرآنِ مجید کو پہنچانا اور آپ ﷺ اس ذمہ داری سے احسن ترین انداز میں سبکدوش ہو چکے ہیں۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ ٱلَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

''اور اگر ہم آپ (ﷺ) کو وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے یا آپ کو الگ کر لیں (وفات)'' (حوالہ یونس۔۴۶)

آپ ﷺ کو لوگوں کے بیچ میں سے لے جانے، لوگوں سے الگ کر لینے کے بعد کیا ہوگا؟

ثُمَّ ٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ٥

''بعد ازاں اللہ اس کا گواہ ہوگا جو فعل وہ کرتے ہیں'' (حوالہ یونس۔۴۶)

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ ٱلْبَلَٰغُ وَعَلَيْنَا ٱلْحِسَابُ ٥

''(آپ ﷺ کو الگ کر لینے سے کیا فرق پڑے گا) اس لئے کہ آپ (ﷺ) کے ذمہ تو (قرآنِ مجید) پہنچا دینا ہے

(اور وہ آپ نے پہنچا دیا ہے) اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے'' (حوالہ الرعد۔۴۰)

آقائے نامدار ﷺ سے جو کوئی بھی قرآنِ مجید سے ماوراء کوئی بات، حدیث، قول منسوب کرتا ہے تو آپ ﷺ اس کے ذمہ دار نہیں۔ نازل کردہ کتاب سے باہر کی باتوں کیلئے آقائے نامدار ﷺ سمیت کوئی بھی ذمہ داری قبول نہیں کرتا:

أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾

''کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' اور خارج از کتاب بات کے متعلق فرمایا

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾

''اُن سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن بنتا ہے؟'' (القلم۔۳۷،۴۰)

اور آقائے نامدار ﷺ نے سینہ بہ سینہ زمانے میں آگے آنے والی لوگوں کی منہ زبانی بات/حدیث کو پرکھنے کا معیار یہ مقرر فرمایا ہے

ٱئْتُونِى بِكِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَآ أَوْ أَثَٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ٥

''میرے پاس اس (قرآنِ مجید) سے قبل کی کتاب لاؤ یا علم کا کوئی نشان لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (سورۃ الاحقاف۔۴)

اللہ تعالیٰ اور آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کے مطابق سچائی پرکھنے کے پیمانے صرف دو ہیں:

(۱) قرءان مجید میں درج بات، اور

(۲) آثارِ علم۔